ANALYSIS OF ARTICLES PUBLISHED IN THE INSTITUTE OF ISLAMIC RESEARCH MAGAZINE "FIKR O NAZAR" ON THE TOPICS OF MORAL ETHICS AND MORAL ETHICAL TRAINING.

ادارہ تحقیقات اسلامی کے مجلہ "فکر و نظر" میں اخلاق اور اخلاقی تربیت کے موضوع پر شائع ہونے والے مضامین کا تجزیہ

عظمیٰ محمد یونس (ریسرچ اسکالر، شعبہ اسلامک لرننگ، کلیہ معارف اسلامی، جامعہ کراچی)

ABSTRACT: Islam placed a high value on character building of an individual. The lifestyle of a human being is closely bound with ethical values unlike other organisms living on this planet. This highlights the importance of embracing ethics on our day today activities. In Arabic language word Tarbiyah is used for Ethical Training. Tarbiyah is from the root raba means to increase, to grow; which implies a state of spiritual and ethical nurturing in accordance with the will of God. Institute of Islamic Research as a pioneer of Islamic research Centre of Pakistan assigned the function of undertaking “Islamic research and instruction in Islam for the purpose of assisting in the reconstruction of Muslim society on a truly Islamic basis” under article 207 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan,1962. For the fulfillment of the assigned purpose institute is putting consistent efforts on the contemporary researches under the various disciplines of religion and social affairs. As the reconstruction of Muslim society under the truly Islamic basis is the prior objective of the said Institution. Therefore, the Urdu Monthly Research Magazine “Fikr o Nazar” is selected for the analysis of the subjects related to the Ethical Values and Character Building of an individual. This article is not only providing a detail account of “Central Institute of Islamic Research”, but also presents the efforts of said Institution for promoting ethical values through its Urdu research Journal “Fikr o Nazr” as well as contains workable suggestion to effectively achieve the fixed desired goal as per the demand of contemporary era.

Keywords: Moral ethical training, Moral ethical values, Character building, Spiritual nurturing, Spiritual development.

پاکستان جب بحیثیت اسلامی مملکت دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا تب اس نوزائیدہ اسلامی ریاست کا پہلا اہم مقصد مختلف انتظامی مسائل کا حل تھا۔ تاہم جونہی انتظامی مشکلات اور دشواریوں کے بادل چھٹنا شروع ہوئے ویسے ہی حکمرانوں اور ارباب اقدار سمیت سنجیدہ فکر اور تعمیر و ترقی کے لئے متحرک طبقوں میں پاکستان کے آئینی ڈھانچے سے متعلق سوالات گردش کرنے لگے۔ چونکہ پاکستان کا قیام بطور اسلامی ریاست عمل میں آیا تھا اس لئے حکمران اور صاحب اثر افراد اس بات کے متمنی تھے کہ پاکستان کے آئین کی تشکیل اس طرح ہو کہ اس کے تمام تصورات اور دفعات اسلامی تعلیمات کے عکاس ہوں۔ چنانچہ ادارہ تحقیقات اسلامی اُسی حصے کی ایک کڑی بنا۔

میرا یہ تحقیقی مضمون ادارہ تحقیقات اسلامی کے مجلہ "فکر و نظر" میں اخلاق اور اخلاقی تربیت کے موضوع پر شائع ہونے والے مضامین کے تجزیہ پر مشتمل ہے۔اس مضمون کو میں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔پہلے حصے میں "ادارہ تحقیقات اسلامی کا تعارف" جبکہ دوسرا حصہ "اخلاق اور تزکیہ نفس" سے متعلق ہے، تیسرے اور آخری حصہ میں "ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماتحت اخلاق اور اخلاقی تربیت سے متعلق مضامین کا تجزیہ" پیش کیا گیا ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام

قیام پاکستان کے دو سال بعد 9 مارچ 1949ء میں وزیر اعظم لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد کا مسودہ پیش کیا، جسے 12 مارچ 1949ء کو منظور کر لیا گیا۔اس قرارداد کی منظوری کے نتیجے میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اغراض و مقاصد کا تعین کرنے کے لئے جو دفعات پیش کی گئیں وہ اسلامی اقدار کی عملی تعبیرات اور قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کی مکمل عکاسی کی متقاضی تھیں۔قرارداد مقاصد کے تحت نوزائیدہ اسلامی ریاست پاکستان کے ریاستی مقاصد پر صحیح معنوں میں کاربند ہونے کے لئے ایک اسلامی تحقیقی ادارے کا قیام ناگزیر تھا۔پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے ایک ممتاز رکن چوہدری معظم حسین نے پاکستان میں ایک اسلامی تحقیقی ادارے کے قیام کی ضرورت کو سب سے پہلے محسوس کرتے ہوئے نواب زادہ لیاقت علی خان کو 1951ء میں ایک اسلامی تحقیقی ادارے کے قیام کی تجویز پیش کی۔بعدازاں یہ تجویز ایک باقاعدہ تحریک کی صورت میں 19 اپریل 1952ء میں آئین ساز اسمبلی میں پیش ہوئی اور منظور ہو گئی۔

قرارداد کا متن درج ذیل ہے: "یہ اسمبلی قرار دیتی ہے کہ ایک مرکزی ادارہ قائم کیا جائے جس کا نام "تحقیقات اسلامی کا ادارہ" ہو۔اپنے مختلف شعبوں اور شاخوں کے ساتھ اسے کراچی میں رکھا جائے۔اس ادارے میں اسلامی علوم و فنون کے مختلف میدانوں یعنی سماجی، اقتصادی، تاریخی، ثقافتی، آئینی، قانونی وغیرہ شعبوں میں تحقیقات کی جائیں۔اور اسلام کے متعلقہ موضوعات اور مسائل پر اعلیٰ درجے کی تصنیفات تیار کی جائیں۔"(1)

اس قرارداد کی منظوری کے بعد "ادارہ تحقیقات اسلامی" کا قیام پاکستان کے پہلے تحقیقی ادارے کی حیثیت سے عمل میں آیا۔ ابتداء میں یہ ادارہ کراچی کے علاقے عالمگیر روڈ بہادر آباد میں اپنے فرائض کی انجام دہی ایک عارضی تنظیم کے طور پر کرتا رہا۔تاہم 10 مارچ 1960ء میں ایک رسمی اعلامیہ کے اجراء کے نتیجے میں اسلامی تحقیقات کی اس عارضی تنظیم کو باقاعدہ ادارے کی حیثیت سے ہمکنار کیا گیا۔ادارے کے انتظام اور نگرانی کے لئے باقاعدہ بورڈ آف گورنرز کے ارکان کی نامزدگی ہوئی جس کے تحت ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا بطور ڈائریکٹر تقرر ہوا۔جگہ کی تنگی کے پیش نظر اس ادارے کو پہلے سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی اور پھر فاران ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی منتقل کیا گیا۔

ادارے کی منتقلی اور ماتحتی

باقاعدہ ادارے کی حیثیت ملنے کے بعد ابتداء میں اسلامی تحقیقاتی ادارہ وزارت تعلیم کے ماتحت کام کرتا رہا۔1966ء میں انتظامی سہولت کے پیش نظر وزارت قانون کے اصرار پر اس تحقیقاتی ادارے کو اسلام آباد منتقل کر دیا گیا، اور یوں اس ادارے کی ماتحتی وزارت قانون کو حاصل ہو گئی، تاہم 1972ء کے اواخر میں وزارت مذہبی امور کے قیام کے بعد یہ ادارہ اسی سے منسلک ہو گیا۔ ادارے کی طرف سے سب سے پہلے انگریزی سہ ماہی مجلہ "اسلامک اسٹڈیز "1962ء میں شائع ہوا۔ اپنے گراں مایہ تحقیقی و علمی مقالات کے سبب اس مجلے نے علمی دنیا میں اپنا ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔ اسی سہ ماہی انگریزی مجلہ کے ساتھ ساتھ ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے اگست 1963ء میں ایک ماہنامہ "فکر و نظر" کے نام سے کراچی سے جاری کیا گیا۔ مجلہ فکر و نظر کی اشاعت کا مقصد ہند و پاک کے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں اسلامی افکار و تعلیمات سے آگاہی فراہم کرنا تھا۔

ادارے کے ماتحت دیگر مجلات

1965ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی کے توسط سے ایک عربی مجلہ "الدراسات السلامیہ" بھی کراچی سے ہی شائع ہوا۔ ادارے کی اسلام آباد منتقلی کے وقت جگہ کی دستیابی میں دشواری کی بنا پر شروع میں ادارہ تحقیقات اسلامی کا دفتر لال کڑتی راولپنڈی میں قائم کیا گیا۔ چنانچہ جون 1967ء سے ستمبر 1967ء تک مجلہ "فکر و نظر" بشمول دوسرے مجلات کے کچھ شمارے لال کڑتی راولپنڈی سے شائع ہوئے۔ کچھ عرصے بعد ادارہ تحقیقات اسلامی کا نیا دفتر میلوڈی اسلام آباد میں قائم کیا گیا تو اگلے تیرہ سال تک "مجلہ فکر و نظر" اور ادارہ تحقیقات اسلامی کے دوسرے مجلات میلوڈی اسلام آباد سے شائع ہوتے رہے۔

بعد ازاں 1980ء میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کا قیام عمل میں آیا جو ایک کامیاب تہذیبی منصوبہ ہے۔ اس یونیورسٹی کے قیام کا مقصد علمی تحقیق کی حوصلہ افزائی اور اس میں امتیازی مقام حاصل کرنا ہے۔ نیز اقوام عالم میں اُمت مسلمہ کا مقام بلند کرنے اور انسانی معاشرے میں بحیثیت مجموعی مثبت طور پر حصہ لینے کے لیے ان تمام امور اور اسلام کی اصلی تعلیمات و اقدار کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر اُمت مسلمہ معاشرے میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکے۔

مجلہ فکر و نظر کے موضوعات

ادارہ تحقیقات اسلامی اور اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے مقاصد میں مماثلت کے پیش نظر ادارہ تحقیقات اسلامی کو اسلامی یونیورسٹی کے ماتحت کر دیا گیا۔ چنانچہ اس وقت "مجلہ فکر و نظر" بشمول ادارہ تحقیقات اسلامی کے دیگر مجلات انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے فیصل مسجد کیمپس سے شائع ہو رہے ہیں اور اب تک اس یونیورسٹی کی ماتحتی میں ان مجلات کی پابندی کے ساتھ اشاعت جاری ہے۔ مجلہ فکر و نظر میں قرآن و حدیث، فقہ، علم الکلام اور تصوف جیسے علوم کے علاوہ تاریخ اسلام، تعلیم و تدریس، تقابل ادیان، سائنس، ادبیات، معاشیات، عمرانیات، سیاسیات، ثقافت و تمدن، اصول قانون اور معاصر افکار پر اسلامی نقطۂ نظر کی وضاحت پر مبنی تحقیقی مقالات

اور مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ نیز علوم اسلامیہ پر شائع ہونے والی کتابوں کا تعارف و تبصرہ بھی فکر و نظر کا مستقل جز ہے۔

ادارے کی بنیادی ترجیحات اور مقاصد

مجلہ فکر و نظر 1963ء سے تاحال ادارہ تحقیقات اسلامی کی اردو میں ترجمانی کر رہا ہے۔ اسلامی تحقیق کے اس ادارے کی بنیادی ترجیحات مختلف ادوار میں مختلف رہیں۔ جن کی وضاحت ذیل میں بیان کی جارہی ہے:

- قیام کے بعد ابتدائی دو سال (1953ءتا1952ء) تک اس ادارے کی اولین ترجیح اسلامی طرز زندگی کی ترویج کے لئے اعلیٰ درجے کی تحقیقات کے لئے فکری رہنمائی فراہم کرنا تھا۔
- 1954ء میں اسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ضرورت کے پیش نظر اس ادارے نے عبدالعزیز میمن کی سرپرستی میں انہی مقاصد کے حصول کیلئے متحرک ہوگئی، البتہ ادارے کی اپنی ترجیحات اور منہج اب بھی مبہم تھے۔
- 1956ء میں وزارت کی پیش کردہ سفارش کے بعد اس تحقیقی ادارے کی حیثیت "ادارہ برائے اسلامی تحقیق وہدایت برائے اعلیٰ تعلیم کی تنظیم" کی ہوگئی۔ اس طرح ادارے کا کام مسلم معاشرے کی صحیح اسلامی خطوط پر تشکیل نو میں معاونت فراہم کرنا ہو گیا اور ادارہ ترجیحی بنیاد پر اسی امر کی تعمیل و تکمیل کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ یہ ترجیحات اس زمانے کی ہیں جب تحقیقات اسلامی کا ادارہ ایک عارضی تنظیم کے طور پر کام کر رہا تھا۔
- 1960ء میں جب اس ادارے نے عارضی تنظیم سے باقاعدہ ادارے کی حیثیت حاصل کر لی، اس وقت بورڈ آف گورنرز کے پہلے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے چیئرمین بورڈ حبیب الرحمٰن صاحب نے اس ادارے کی ترجیحات و مقاصد کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں اس طرح بیان کی: "ادارے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ وہ اسلام کی تعبیر اس انداز سے پیش کرے کہ یہ ایک ایسا نظام حیات ثابت ہو سکے جو موجودہ دور کے چیلنج کا سامنا کر سکے اور موجودہ سائنسی دور کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اور ادارے کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوگی کہ وہ اسلامی تعلیمات کو عقلی، قابل فہم اور لبرل انداز میں پیش کر سکے۔"[2]

ادارہ تحقیقات اسلامیہ کا رسمی اعلامیہ جو وزارت تعلیم کی طرف سے جاری ہوا تھا اس میں ادارے کے مقاصد کی وضاحت درج الفاظ میں بیان کی گئی تھی: "اسلام پر تحقیقات کو منظم شکل دینے کے لئے اور موجودہ دور میں اسلام کی عقلی اور سائیٹفک تعبیر کے لئے اور تاریخ، فلسفہ، سائنس اور ثقافت کے میدانوں میں مسلمانوں کے کارناموں سے روشناس کرانے کے لئے صدر مملکت مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کے قیام کا اعلان کرتے ہیں۔"[3]

ادارے کے چار مقاصد بطور رہنما اصول

ادارے کے رسمی قیام کے بعد ادارے کی تحقیقی ترجیحات کے تعین کے لئے چار مقاصد بطور رہنما اصول متعین کئے گئے۔ ان اصولوں کے تعین کے تحت ادارے کی تحقیقاتی جہت کی واضح طور پر نشاندہی ہو گئی۔ تحقیق کے ضمن میں ادارہ جن چار متعین کردہ

اصولوں کی پیروی کرتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ اصول اور کلیات کی روشنی میں اسلام کی عقلی تعبیر پیش کرنا اور دیگر باتوں کے علاوہ اسلام کے بنیادی تصورات مثلاً عالمی اخوت، رواداری اور سماجی انصاف پر زور دینا۔

۲۔ اسلام کی تعلیم کو اس انداز میں پیش کرنا کہ موجودہ زمانے کی ذہنی اور سائنسی ترقی کے پس منظر میں اسلام کا عملی کردار نمایاں ہو سکے۔

۳۔ فکر انسانی، سائنس اور تہذیب و ثقافت کو آگے بڑھانے میں اسلام نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، تحقیق کے ذریعے اس کو منظر عام پر لانا تاکہ مسلمان ان میدانوں میں دوبارہ نمایاں مقام حاصل کر سکیں۔

۴۔ اسلامی تاریخ، فلسفہ، قانون اور اصول قانون وغیرہ میں تحقیق کے کام کی تنظیم، اور حوصلہ افزائی کے لئے مناسب تدبیریں اختیار کرنا۔[4]

ادارے کے شعبہ جات

اگرچہ اسلامی تحقیقاتی ادارے کی ترجیحات میں مختلف ادوار میں مختلف رجحانات کا اثر غالب رہا البتہ تحقیقی ضمن میں ادارے کا مقصد اصلی "اسلامی اقدار کی عملی تعبیرات اور قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی عصر حاضر کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مکمل عکاسی" اپنی جگہ برقرار رہا۔ البتہ تحقیقی اصولوں کی بامقصد تکمیل اور تحقیقی عمل کو منظم رکھنے کے لئے ادارہ درج ذیل شعبہ جات میں منقسم ہے:[5]

۱۔ القرآن (تفسیر، علوم القرآن)
۲۔ السنۃ
۳۔ قانون واصول قانون (فقہ واصول فقہ)
۴۔ سیرت وتاریخ
۵۔ فقہ جعفری اور فارسی ادبیات
۶۔ عمرانیات
۷۔ تاریخ وفلسفہ وسائنس
۸۔ معاشیات ومعاشی ترقی
۹۔ عالم اسلام کے مسائل حاضرہ
۱۰۔ حوالہ واستفسار
۱۱۔ تراجم
۱۲۔ عربی زبان وادب
۱۳۔ مطالعہ تقابل ادیان

ادارہ تحقیقات اسلامی ان منظم شعبوں کے توسط سے آج بھی اپنے قیام کے مقصد کے حصول کے لئے پر عزم ہے اور تحقیقی منہج پر اپنا فرض بخوبی ادا کر رہا ہے۔

لفظ اخلاق کے لغوی و اصطلاحی مفہوم

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی اقدار کی عملی تعبیرات کے لئے اخلاقی اقدار کی ترویج ایک لازمی جز ہے۔ لغت کے اعتبار سے اخلاق "خُلق" کی جمع ہے۔ اس کا مادہ (خ۔ل۔ق) ہے۔ اگر لفظ "خ" کے اوپر "زبر" پڑھیں تو اس کے معنی ہیں ظاہری شکل وصورت اور اگر لفظ "خ" کے اوپر "پیش" پڑھیں تو باطنی اور داخلی و نفسانی شکل وصورت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں انسان خُلق و خَلق دونوں اعتبار سے نیک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ظاہری صورت بھی اچھی ہے اور باطنی صورت بھی۔ جیسا کہ امام راغب اصفہانی "معجم مفردات الفاظ قرآن" میں بیان فرماتے ہیں: الخَلق والخُلق:فی الاصل واحد کا الشَرب والشُرب لکن خُصَّ الخَلق باالھیأت والصور المدرکۃ بالبصر وخُصَّ الخُلق بالقویٰ والسجایا المدرکۃ بالبصیرۃ۔[6]

"یعنی خَلق اور خُلق دراصل ایک ہی ہیں لیکن خَلق مخصوص ہے ظاہری شکل وصورت سے اور خُلق کو مخصوص کر دیا گیا باطنی اور معنوی شکل وصورت سے۔"

جبکہ لغتِ عرب میں لفظِ تربیت کے کئی معانی ذکر کئے گئے ہیں۔ جیسے مکمل کرنا، اصلاح کرنا، پرورش کرنا۔[7]

راغب اصفہانی نے مفردات میں لکھا ہے: "تربیّت کا مصدر "ربّ" ہے اور اس کا مطلب کسی چیز کو مرحلہ وار اگانا، نشو نما دینا اور اس طرح اس کی پرورش کرنا ہے کہ وہ چیز اپنے کمال کو پہنچ جائے۔[8] اصطلاح میں تربی ت اصطلاح میں اس عمل کو کہتے ہیں کہ انسان میں پائی جانے والی لاتعداد صلاح یت یں اس طرح سے پرورش پائیں اور نکھریں ک ہ وہ انسان کی ذات کمال تک پہنچ جائے۔"

اس تعریف کی رو سے اخلاقی تربی ت سے مراد یہ ہے کہ کسی انسان کو ایسے ماحول اور ایسے حالات میں رکھا جائے کہ اس کی قابلی ت نکھر کر سامنے آئے اور اس کی صلاحیتوں کی اس قدر پرورش ہو کہ وہ انسان کامل بن جائے۔ الغرض اخلاقی تربیت سے مراد پسندیدہ اخلاقی صفات و کردار کے حصول میں باطنی صلاحیتوں کو پرورش دینا، بلند اخلاقی فضائل کو حاصل کرنا اور برائیوں سے پرہیز اور ان کو نابود کرنا ہے۔ اس بناء پر تربیت اخلاقی کا اہم کام، اخلاقی صلاحیتوں کو پیدا کرنا اور اخلاقی کمالات تک پہنچنا ہے۔

تمام مخلوقات میں انسان کی تربیت سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ انسان ہی روئے زمین کا واحد فرد ہے جس پر زمین کی صلاح و فساد کا انحصار ہے۔ اس انسان کو اللہ نے ارادہ و اختیار کا مالک بنا کر دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز بنایا اور اُس کو خیر و شر، نیکی و بھلائی کی راہ دکھانے کے لئے کتاب بھی دی اور انبیاء کرام کا سلسلہ بھی جاری کیا جو آدم سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو گیا۔ انسان کی نسلوں کو اسی اعتبار سے تربیت کے لمبے عرصے اور مرحلوں سے گذارنے کی تلقین اور تعلیم تمام ادیان میں اور تہذیبوں میں ملتی ہے۔
کیونکہ اس انسان کے اعمال پر اس دنیا میں امن یا فساد، نیکی یا برائی، محبت یا نفرت کا دارو مدار ہے۔ انسانوں کے لئے اللہ کی طرف سے ازلی ابدی سلسلہ ہدایت کی آخری کڑی قرآن پاک اور حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ اس عظیم ذمہ داری کی اہمیت اور اس کے طریقہ کار کے لئے رہنمائی فرمائی کہ انسان کس طرح اپنی آنے والی نسلوں کو خود ان کے لئے اور تمام انسانیت کے لئے مفید اور باعث خیر بنائے۔

اخلاق اور تزکیہ نفس کا ربط

اخلاقی تربیت کے لئے تزکیہ نفس لازم و ملزوم ہے، کیونکہ تزکیہ کا لفظی معنی "پاک صاف کرنا، نشوونما دینا" کے ہیں۔ اسی سے لفظ زکوٰۃ نکلا ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔[9] "بیشک اس نے فلاح پائی جس نے اپنے آپ کو پاک کر لیا۔"

لہٰذا تزکیہ نفس سے مراد ہے کہ نفسِ انسانی میں موجود شر کے فطری غلبہ کو دور کرنا اور اسے گناہوں کی ان آلودگیوں اور آلائشوں سے پاک کرنا جو کہ روحانی نشوونما میں رکاوٹ کا باعث بنتی ہیں۔ ان تمام بدی کی خواہشات پر غلبہ پالینے کا عمل تزکیۂ نفس کہلاتا ہے۔ تزکیہ کے اسی عمل کو قرآن مجید نے فلاح یعنی کامیابی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا۔ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا۔[10] "یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے (اپنے) نفس کو پاک کر لیا اور نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملا دیا۔"

اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو بھی اسی خاص مقصد کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔[11] "وہی ذات (اللہ) ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

اسی طرح عیاں اللہ سے مخاطب ہو کر قرآن مجید میں بعثت نبوی ﷺ کے مقاصد درج ذیل الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوعَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔[12] "بیشک اللہ نے مومنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات پڑھتا، ان کا تزکیہ کرتا اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

مندرجہ بالا ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد صرف علوم اسلامی کی تعلیم ہی نہیں تھا بلکہ اخلاقی تربیت کی ترویج کے ذریعے افراد اسلامی کو تمام الہامی احکام کی تعمیل پر کاربند بھی کرانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تزکیہ بھی ضروری قرار دیا گیا۔

درحقیقت ذات انسانی بدون اخلاقی تربیت اس پھول کے مماثل ہے جس کی بناوٹ تو حسین ہو لیکن اس میں مسحور کرنے کی تاثیر یعنی خوشبو نہ ہو۔ اخلاقی تربیت و تزکیہ تمام اسلامی اعمال کی روح ہے۔ تزکیہ نفس ہی درحقیقت انسان کو منفی اثرات سے نجات دلانے کا آلہ ہے۔ یہی وہ ہتھیار ہے جو انسان کو مثبت سوچ اور اعمال صالحہ کی طرف راغب کرتا ہے بلکہ ان کی نشونما میں بھی معاون کا کردار ادا کرتا ہے۔ اگر حیات انسانی پر غور کیا جائے تو نئی نسل کی ذہن سازی اور کردار سازی پیدائش کے وقت سے ہی نومولود کے ایک

کان میں تکبیر اور دوسرے میں اقامت کے ذریعہ شروع ہو جاتی ہے۔

اخلاقی تعلیم اور تربیت کا سلسلہ جو ماں کی گود سے شروع ہوتا ہے اس کا پہلا عکاس گھر کا ماحول ہوتا ہے۔ اس کے بعد تربیت انسانی کا محور مکتب ہوتا ہے اور پھر معاشرے کا بیرونی ماحول ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی نہ صرف آداب اور اخلاق سے پُر اور بداخلاقی، فحش و منکرات سے پاک معاشرہ کی تعمیر پر زور دیتی ہے بلکہ ایسے معاشرے کے قیام کو اُمت مسلمہ کے اجتماعی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد اور فریضہ قرار دیتی ہے۔

ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماتحت اخلاق اور اخلاقی تربیت سے متعلق مضامین کا تجزیہ

اسلامی معاشرہ آج جن مسائل سے دوچار ہے ان تمام مسائل کی جڑ حقیقت میں اخلاقی تربیت اور تزکیہ نفس کا فقدان ہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی معاشرے کی اسلامی تعبیرات کے مطابق تشکیل نو کا نہ صرف خواہاں ہے بلکہ اس مقصد کے حصول ک یلئے گذشتہ چھ دہائیوں سے حالات اور ضرورت کے پی ش نظر اپنے مجلات کے توسط سے اپنی منزل مقصود کی طرف گامزن بھی نظر آتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم ادارہ تحقیقات اسلامی کے ماتحت اخلاق اور اخلاقی تربیت سے متعلق شائع ہونے والے مضامین کا تجزیہ پیش کرنے کی سعی کر رہے ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

پہلا مضمون: بعنوان "قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام: اخلاقی اصول"

ادارہ تحقیقات اسلامی 1960ء میں باقاعدہ تنظیم کی صورت میں منظر عام پر آیا، جبکہ مجلہ فکر و نظر کے پہلے شمارے کا باقاعدہ اجراء اگست 1963ء میں ہوا۔ دیگر عصری مسائل پر قلم اٹھانے کے ساتھ ساتھ ادارے نے اپنے اردو مجلے کے اجراء کے اگلے سال ہی 1964ء میں مجلے کی جلد 1، شمارہ نمبر 10 میں اخلاقیات کے موضوع پر مضمون بعنوان "قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام: اخلاقی اصول" شائع کیا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے ان تمام حالات و واقعات کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے جو اخلاقی سطح پر، انسانی ارادہ و اختیار اور جواب دہی کے ضمن میں، قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کے زمانے میں اُمت مسلمہ پر گذرے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے اس مضمون میں اس حقیقت کو جلا بخشی ہے کہ مسلمانوں کے لئے کامیاب زندگی کا لائحہ عمل قرآن مجید کے ارشادات اور نبی آخر الزماں ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں موجود ہے۔ ایک ایسا لائحہ عمل جس پر گامزن ہو کر انسانی توانائی کے اعلیٰ تخلیقی مضمرات بروئے کار لائے جا سکتے ہیں اور ان تخلیقی کوششوں کو صحیح اخلاقی نہج پر رکھنا بھی عین ممکن ہے۔ تاہم قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد ان تمام اخلاقی اقوال و اعمال کی صورت تو باقی رہی لیکن ان کی خاصیت میں دوسرے رجحانات کی آمیزش سے ان کی جاذبیت اور تاثیر جاتی رہی۔ مسلمانوں کے لئے قرون اولیٰ میں متعین کردہ اخلاقی اصولوں پر قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد فرقہ واریت کے نتیجے میں اجتماعی خرابی کا جو مخصوص اور انتہا پسندانہ حل نکالا گیا وہی مسلمانوں کے افکار و عقائد کی مستقل خصوصیت بن گیا اور ضرورت وقت اور حالات کے ساتھ اس انتہا پسندی کا رنگ اتنا گہرا ہو گیا کہ اس نے اسلام کے اخلاقی اصولوں کی اصلی صورت مدھم

کر دی۔ اس بات کی توثیق کے لئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریر میں امام ابن تیمیہؒ کا درج ذیل قول نقل کیا ہے: "جاننا چاہئے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں متکلمین اور متصوفین کے بہت سے گروہوں نے لغزش کھائی ہے۔ اور اس معاملے میں وہ معتزلہ اور ان جیسے دوسرے قدریوں سے بدتر عقیدے کے قائل ہو گئے ہیں۔ کیونکہ معتزلہ اور ان کے ہم عقیدہ قدری اوامر و نواہی، جنت کے وعدوں اور دوزخ کی وعید، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے اصولوں کی عظمت برقرار رکھتے ہیں اور امر بالمعروف اور و نہی عن المنکر پر عامل ہیں۔ البتہ تقدیر کے معاملے میں یہ گمراہ ہو گئے اور اس امر کے معتقد ہوئے کہ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت عامہ، قدرت شاملہ اور ہر شے کو اپنے احاطہ میں لینے والی خالقیت کا اثبات کیا تو اس سے خدا تعالیٰ کے عدل اور حکمت کو عیب لگے گا۔ لیکن اس معاملے میں وہ غلطی پر تھے۔ ان کے مقابل علماء، عابدوں، اہل کلام اور صوفیاء کی ایک جماعت کھڑی ہو گئ۔ جنہوں نے عقیدہ قدر کا اثبات کیا اور اس پر ایمان لائے کہ اللہ ہر شے کا رب اور مالک ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور وہ ہر شے کا خالق ہے۔ یہ اچھا اور صحیح عقیدہ ہے، لیکن انہوں نے اوامر و نواہی، جنت کے وعدوں اور دوزخ کی وعیدوں کے بارے میں کوتاہی برتی۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض غلو کر کے الحاد میں گرفتار ہو گئے۔ اس طرح وہ مشرکوں کی جنس میں شامل ہو گئے جن کا یہ کہنا ہے کہ "اگر اللہ نہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے آباء واجداد شرک میں مبتلا ہوتے۔ نہ ہم کسی حلال چیز کو حرام کہتے (القرآن)۔" قدریہ تو مجوس سے مشابہت رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ جسے شر سمجھتے ہیں اس کا فاعل وہ غیر اللہ کو ثابت کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں یہ لوگ ان مشرکوں کے مشابہ ہیں جن کے بارے میں قرآن کی محولہ بالا آیت نازل ہوئی۔ چونکہ مشرک مجوس سے بدتر ہیں (اس لئے یہ لوگ قدریہ سے گئے گذرے ہیں)۔"(13)

اس حوالے سے محقق رقمطراز ہیں: "ان تمام خرابیوں کے بعد سترھویں اور اٹھارویں صدی کے مجتہدین الترتیب شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر امت کی تعمیر نو کا بیڑا اٹھایا۔ ان مصلحین نے اپنے اپنے زمانے میں اس اصلاح کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دیں لیکن پھر بھی مسلمانوں کی عملی زندگی عقیدہ جبریت کے ہاتھوں مفلوج رہی۔"(14)

ادارے کی طرف سے شائع ہونے والا یہ مضمون انتہائی اہم نکات کو سموئے ہوئے ہے۔ اگر امت مسلمہ واقعی اپنی کھوئی ہوئی اخلاقی قدروں کا احیاء چاہتی ہے تو اسے تمام فرقہ وارانہ اختلافات کو بالائے طاق کر کے اسی پلیٹ فارم پر متحد ہونے کی ضرورت ہے جو آپ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی ریاست میں تعمیر کیا تھا۔ افراد کے اخلاقی اقدار بلند تھے جس کے باعث بین المذاہب اتحاد کی وہ نظیر قائم ہوئی جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اسی اتحاد کی برکت تھی کہ مٹھی بھر مسلمان دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و مغرب کی سلطنتوں کے سلطان بن گئے۔

دوسرا مضمون: بعنوان "علوم جدید اور اخلاق و مذہب"

ادارے کی طرف سے اخلاق و مذہب پر دوسرا مقالہ 1965ء کی جلد 2، شمارہ نمبر 7 میں بقلم مجیب اللہ ندوی صاحب بعنوان "علوم جدید اور اخلاق و مذہب" شائع ہوا۔ اس مضمون میں مصنف نے تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کی ضرورت اور اہمیت پر بھرپور

انداز میں روشنی ڈالی ہے۔اس موقع پر انہوں نے احکام کی تبدیلی کا اصول بھی قلمبند کیا ہے۔ صاحب مضمون فرماتے ہیں: "زمانے کی تبدیلی اور رجحانات سے اصول صلی کی صحت متاثر نہیں ہوتی بلکہ قیاسی اور اجتہادی اصول میں ردوبدل کی جاتی ہے اور یہ ردوبدل مصالح مرسلہ کے زمرے میں آتی ہے۔ان تبدیلیوں اور ردوبدل کا تعلق کہیں سے بھی دینی معاملات میں سستی، عادتوں کے بگاڑ احتیاط کی کمی اور حرص کی زیادتی سے نہیں ہے بلکہ یہ تو اخلاقی انحطاط کی پیداوار ہے جس کا فرد خود ذمہ دار ہے۔"(15)

مجلے میں شائع ہونے والا یہ مضمون عظیم نفع پر مشتمل ہے۔ یہ مضمون اس بات کو بخوبی واضح کر رہا ہے کہ شریعت کی بنیاد افراد کے معاد و معاش کے بہترین مصالح پر ہے۔ ایسے قوانین جو افراد کے لئے بجائے نفع کے فساد کا باعث بنیں یا حکمت کے بجائے عبث بن جائیں یا فرد کے اخلاقی انحطاط کا باعث بنیں ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسرا مضمون: بعنوان "ہماری اخلاقی پستی کے اسباب اور اس کا علاج"

اخلاق کے موضوع پر تیسرا مضمون 1965ء ہی کی جلد 3، شمارہ نمبر 2 میں بقلم ڈاکٹر فضل الرحمٰن شائع ہوا۔ اس مضمون کا عنوان "ہماری اخلاقی پستی کے اسباب اور اس کا علاج" تھا۔ اس مضمون میں مصنف کی بہت عمدہ طریقے سے پاکستان کے مسلمانوں میں اخلاقی پستی اور اخلاقی و روحانی کمزوریوں کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی مصنف نے بااخلاق شخصیت کی تعمیر کے لئے ایک لائحہ عمل بھی وضع کیا ہے جس میں درج ذیل چار اداروں کا کردار مطلوب ہے:(16)

۱۔ والدین کی تربیت اور گھر کا ماحول

۲۔ مکتب کا ماحول (خواہ دینی مدرسہ ہو یا اسکول)

۳۔ دینی قیادت کا مثبت کردار

۴۔ بنیادی جمہوریتوں اور مذہبی افراد کا بطور عضوی وحدت اخلاقی اور سماجی مسائل کے حل میں مثبت کردار۔

اخلاقی پستی سے نجات کے لئے مضمون میں پیش کردہ لائحہ عمل قابل عمل بھی ہے اور قابل نفاذ بھی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ افراد معاشرہ کو متحد ہونا پڑے گا اور اپنے ذاتی مفاد کو اجتماعی اور ملی مفاد پر ترجیح دینی ہوگی۔ یہی وہ واحد صورت ہے جس کے تحت اخلاقی اقدار کا احیاء ممکن ہے۔

چوتھا مضمون: بعنوان "قرآن وسنت میں اخلاق"

1966ء میں مجلہ "فکر و نظر" کی جلد 4، شمارہ نمبر 3 میں اخلاق کے موضوع پر "قرآن و سنت میں اخلاق" کے عنوان سے مضمون شائع ہوا۔ اس مضمون میں ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری نے قرآن وسنت کی روشنی میں اخلاق کی مکمل توضیح کے ساتھ اخلاقی تربیت کے محصولات اور ثمرات کے ذریعے انسان کی زندگی میں اخلاق کی اہمیت کو مؤثر طریقے سے بیان کیا ہے۔(17)

مصنف نے جو نکات قرآن و سنت کے حوالے سے اس مضمون میں پیش کئے ہیں یہ وہی اخلاقی اصول ہیں جن کو نبی کریم ﷺ نے پہلی اسلامی ریاست کے تمام شعبوں میں نافذ فرمایا۔ نیز ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں مسلمانوں نے جو ثمرات حاصل کئے وہ بھی اقوام عالم کے سامنے موجود ہیں۔ عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان اپنی کامیابیوں کو بجائے دوسری تہذیبوں کے اپنے آثار و تمدن میں تلاش کریں تو تمام معاشرتی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

پانچواں مضمون: بعنوان "اخلاق اور اسلامی معاشرہ"

اخلاقیات کے موضوع پر ادارہ تحقیقات اسلامی کے مجلہ "فکر و نظر" میں ڈاکٹر عبد الرحمٰن شاہ ولی کا مضمون "اخلاق اور اسلامی معاشرہ" 1972ء کی جلد 9، شمارہ نمبر 8 میں شائع ہوا۔[18]

اس مضمون میں ان اخلاقی اقدار کی وضاحت کی گئی ہے جس پر ایک حقیقی اسلامی ریاست کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ در حقیقت یہی وہ اقدار ہیں جو معاشرے میں امن کے ضامن اور اخوت و مساوات کے حصول کا سرچشمہ اور صفات الٰہی کے مظہر ہیں۔ مصنف اس مضمون کے توسط سے اس حقیقت سے متفق نظر آتے ہیں کہ معاشرے کی تمام خرابیوں کا بنیادی سبب اخلاقی اقدار کا انحطاط ہے۔

چھٹا مضمون: بعنوان "نظام اخلاق قرآن کی روشنی میں"

ادارے کے اردو مجلے "فکر و نظر" میں 1977ء میں جلد 15، شمارہ نمبر 1 میں بشیر احمد صدیقی صاحب کا مضمون "نظام اخلاق قرآن کی روشنی میں" شائع ہوا۔[19]

اس مضمون میں بھی اخلاق کی توضیح اور اخلاقی اقدار کی اہمیت بحوالہ قرآنی بیان کی گئی ہے۔ در حقیقت ایک ہی موضوع کو وقتاً فوقتاً تکرار کے ساتھ شائع کرنا اس ادارے کا خاصہ ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ادارے کو تفویض کردہ وہ ذمہ داری ہے جس کے تحت ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا یعنی اسلامی اقدار کی عملی تعبیرات اور قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مکمل عکاسی کرنا ہے۔

ساتواں مضمون: بعنوان "نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق"

اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے ادارے نے اسی مجلہ فکر و نظر میں 1980ء کی جلد 17، شمارہ نمبر 8 میں "نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق" شائع کیا۔ جسے پیر محمد کرم شاہ صاحب نے تحریر کیا تھا۔[20]

مصنف نے اس مضمون میں تمام انبیاء کے اقدار عالی کے بیان کے ساتھ ان اخلاقی اقدار کی ترویج کے لئے سابقہ انبیاء کی کوششوں کا اجمالی ذکر کرنے کے بعد آپ ﷺ کی ذات کی بحیثیت معلم اخلاق مفصل انداز میں تصویر کشی کی ہے۔ جس کا مقصد اُمت کو اس بات کا احساس دلانا ہے کہ کیا "کنتم خیر امۃ" کے قائل فی الواقع "خیر امۃ" کا عملی مظہر ہیں؟

آٹھواں مضمون: بعنوان "اسلام کی اخلاقی تعلیمات"

ادارے نے اسلام کی عملی تعبیر کی عکاسی میں اخلاق کی اہمیت کے پیش نظر 1982ء کی جلد 20، شمارہ نمبر 2 میں محمد عبد اللہ سلیم کا تحریر کردہ مضمون بعنوان "اسلام کی اخلاقی تعلیمات" شائع کیا۔ جس میں اخلاق کی حقیقت کی بحوالہ قرآن و سنت وضاحت کے بعد مراتب اخلاق پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ نیز مصنف نے خلاصے کے طور پر اصول اخلاق کو درج ذیل چار نکات میں سمولیا ہے:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان۔

۲۔ فکر آخرت اور وہاں کی جواب دہی اور اپنی مسؤلیت کا احساس۔

۳۔ اپنے کو برتر اور دوسرے کو کم تر نہ سمجھنا۔

۴۔ باہمی اخوت پر اس طرح عمل کرنا کہ اپنے مفاد کی طرح ہی دوسروں کا مفاد عزیز ہو۔[21]

نواں مضمون: بعنوان "نبی اکرم ﷺ کا اخلاق حسنہ"

اس کے بعد 1984ء میں مجلہ "فکر و نظر" کی جلد 21، شمارہ نمبر 7 میں ضیاء الحق صاحب کا مضمون "نبی اکرم ﷺ کا اخلاق حسنہ" شائع ہوا۔[22] اس مضمون میں بھی مصنف نے اخلاق کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے سابقہ انبیاء کے اخلاقی اقدار کے اجمالی بیان کے بیان پر آپ ﷺ کے ان اوصاف اور اخلاقی اقدار کو بیان کیا ہے جس کے ذریعے آپ ﷺ نے مکارم الاخلاق کی تکمیل کر دی۔ اخلاق اور اخلاقی تعلیمات سے متعلق مذکورہ بالا مضمون مجلہ "فکر و نظر" کا آخری مضمون تھا۔ تاہم اس کے بعد جو مضامین اخلاقی اقدار کی ترویج اور معاشرتی مسائل کے حل کے لئے بطور تجویز پیش کئے گئے وہ تعلیم کے ساتھ تربیت کے ربط سے مربوط کئے گئے۔ چونکہ مقالہ اخلاق اور اخلاقی تربیت سے متعلق مضامین کا احاطہ کرتا ہے اس لئے تعلیم و تربیت سے متعلق مضامین تجزیے میں شامل نہیں کئے گئے۔

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا تمام بحث اور تجزیے کا حاصل یہ ہے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی نے انسان کی ذاتی تربیت اور اسلامی اقدار کی عملی تعبیر کی عکاسی کے لئے جو کوشش کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انسان کی اولین حیثیت ایک فرد کی سی ہے اور افراد کے مجموعے سے معاشرہ تکمیل پاتا ہے۔ انسانی زندگی میں معاشرے کا قیام اس حیثیت ایک فرد کی سی ہے اور افراد کے مجموعے سے معاشرہ تکمیل پاتا ہے۔ انسانی زندگی میں معاشرے کا قیام اس کی فطرت کا تقاضا ہے یعنی انسان دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور زندگی بسر کرنے پر فطرتاً مجبور ہے۔

اسلام نے فرد کی کردار سازی کے لئے اخلاق حسنہ کی ضمن میں بنی نوع انسان کو جو معاشرتی آداب و اطوار سکھائے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ افراد معاشرہ کے آپسی معاملات کا حسن برقرار رہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ عزت و تکریم پیش آئیں۔ وہ معاشرہ جو

قانون عدل وانصاف، برابری ومساوات پر مبنی ہوگا تو وہ معاشرہ یقیناً درست اور صالح ہوگا اور حقیقی معنوں میں ایک مثالی اسلامی معاشرہ کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام فرد کی اصلاح کے لئے اخلاق حسنہ پر زور دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں بیشتر مقامات پر اخلاق کا درس دیا گیا ہے جو اس قدر حکیمانہ اور فلسفیانہ ہے جو دنیا کے کسی مذہبی کتاب میں نہیں ملتا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلاَ تَمْشِ فِیْ الْاَرْضِ مَرَحاً ط اِنَّ اللّٰہلاَ یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ وَاَقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَ اَغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ۔[23] "اور لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چلن میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ۔ بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔"

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوابِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔[24] "اے ایمان والو! قومیں قوموں پر نہ ہنسیں (یعنی انسانوں اور قوموں کے اجتماعی معاشرہ میں کوئی انسان دوسرے انسان کا، کوئی قوم دوسری قوم کا ہنسی مذاق نہ بنائے، امیر غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب ذی نسب کی، نہ تندرست اپاہج کی، نہ آنکھ والا نابینا اور کم نظر کی، نہ زبان والا گونگے کی، نہ کان والا بہرے کا تمسخر اڑائے، یہ سب اخلاق سے گری حرکتیں ہیں جن کو اللہ کریم بہت ناپسند فرماتے ہیں) عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں، عورتوں پر ہنسیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو اس سے توبہ نہ کریں وہی لوگ ظالم ہیں۔"

الحاصل انسان کی شخصیت کا نکھار اچھے اخلاق میں مضمر ہے۔ اچھے اخلاق کی بدولت انسان نہ صرف اس دنیا بلکہ مرنے کے بعد بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی سعادت سے بہرہ مند ہوگا۔ ابن مسکویہ نے اچھے اخلاق کو اپنانے کی نہ صرف تلقین کی ہے بلکہ نفس کی تہذیب و تربیت کے لیئے کچھ ایسے نکات پیش کئے ہیں جن پر عمل کر کے انسان اپنے اخلاق سنوار سکے۔ یہ طریقے اور نکات درج ذیل ہیں:[25]

۱۔ تمام افعال واعمال میں خیر کو شر پر، عقائد میں حق کو باطل پر اور اقوال میں صدق کو کذب پر ہمیشہ فوقیت دینی چاہئے۔

۲۔ دائمی جہاد بالنفس کرتے رہنا یعنی انسان نفس کی خواہشات کے خلاف ہمیشہ بر سر پیکار رہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو مقدم و فائق رکھے۔

۳۔ التمسک بالشریعة، ولذوم وظائفها یعنی شریعت پر عمل کرنا اور ان تمام اعمال کو لازم پکڑنا جو کہ شریعت کے وظائف میں شامل ہیں یعنی جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کو کرنا اور جن سے منع فرمایا ہے ان سے رک جانا۔

۴۔ تمام جرائم کی وعیدوں کو یاد رکھنا اور تمام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے نیز بندہ اور اللہ کے درمیان جو تعلق ہے وہ ہمیشہ ذہن نشین رہے۔

۵۔ لوگوں سے امیدیں نہ لگانا اور ان سے تکثیر اختلاط سے بچے۔ یعنی لوگوں کے ساتھ بے تکلف ہونے سے احتراز کرنا تاکہ ان پر اعتماد کرنے کی نوبت نہ آئے۔

۶۔ الصمت فی اوقات حرکات النفس للکلام، حتی یستشار فیه العقل یعنی جب نفس کثرت کلام کی طرف مائل ہو تو نفس کو کثرت کلام سے روکنا اور عقل سے بھی مشورہ کرنا۔

۷۔ اپنے حال کی حفاظت کرنا نیز لوگوں سے اختلاط کی حالت و کیفیت میں فساد اور گناہوں میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

۸۔ الاقدام علی کل ماکان صوابا یعنی ہر نیک کام کی پیش قدمی کرنی چاہئے۔ یعنی اچھے اور پسندیدہ کاموں میں دلچسپی لینا اور ان کے لئے اقدام کرنا۔

۹۔ صرف ان چیزوں کا شوق ہونا چاہئے جو کہ آخرت کے اعتبار سے اہمیت کی حامل ہیں اور ان چیزوں سے اجتناب کرنا چاہئے جو کہ لایعنی اور فضول ہیں۔ یعنی ادنی مشاغل کے مقابلے میں اعلیٰ ذہنی اور اخلاقی مشاغل میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا۔

۱۰۔ موت کا ڈر دل سے نکال دینا اور فقر کے خوف کو بھی دل میں جگہ نہ دینا اور جتنا کام انسان کر سکے اتنا کرتا رہے اور کثرت کلام چھوڑ دینا۔

۱۱۔ غناء اور فقر دونوں صورتوں میں اللہ پر بھروسہ رکھنا۔ نیک بختی اور بد بختی، شائستگی اور حقارت دونوں قسم کے سلوک کا اپنے آپ کو خوگر بنانا۔

۱۲۔ مرض کو صحت کے وقت یاد کرنا اور غم کو خوشی کے اوقات میں، رضا کو غضب کے وقت یاد کرنا چاہئے تاکہ طغی اور بغاوت کم ہو۔

۱۳۔ اللہ رب العزت کی رضا پر راضی رہنا چاہئے اور اس سے امید رکھنی چاہئے۔ یعنی صحت کی حالت میں بیماری کے ایام، غصے میں خوشی و مسرت کے لمحات کو یاد کرنا تاکہ کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کی نوبت نہ آئے۔

۱۴۔ اللہ رب العزت پر توکل اور تمام معاملات اس ذات کی طرف لوٹانا۔ یعنی خدا پر بھروسہ رکھنا اور امید کا دامن کبھی ہاتھ

سے نہ چھوڑنا۔

اگر امام ابن مسکویہ کے ان تربیتی نکات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات بہت واضح ہو جائے گی کہ انہوں نے اس میں دین کی تعلیمات کو سمونے کی بھرپور کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی رہے۔ عملی طور پر انسان کو اخلاقیات کے حوالے سے جن چیزوں کو سنوارنے کی ضرورت ہوتی ہے امام ابن مسکویہ نے انہیں ان مختصر نکات میں احسن انداز میں بیان کر دیا۔ انہیں نکات پر اگر معاشرے کا ہر فرد کاربند ہو جائے تو اخلاقی اقدار کا احیاء اپنی تعبیر کو پہنچ جائے۔ اسلامی اقدار کا احیاء نہ صرف عصر حاضر کے مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے بلکہ اسلامی معاشرے کی صحیح اسلامی تعبیر کے لئے بھی بنیادی اینٹ ہے۔

حوالہ جات

(1) مباحث دستور ساز اسمبلی، جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 20، ص 1293

(2) محمد خالد مسعود، مجلہ فکر و نظر، مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے اغراض و مقاصد: تاریخی و تحلیلی جائزہ، 1976ء، جلد 13، شمارہ نمبر 11، ص 77

(3) ایضاً، ص 78

(4) محمد میاں صدیقی، مجلہ فکر و نظر، مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی: تعارف، مقاصد اور دائرہ کار، 1983ء، جلد 20، شمارہ نمبر 9،10، ص 168

(5) ایضاً، ص 169

(6) مولانا محمد عبدہ فیروزپوری، مفردات القرآن اردو، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ص 341، 342

(7) طلال بن علی متی احمد، مادۃ اصول التربیۃ الاسلامیہ، مکہ مکرمہ، جامعہ ام القری، الکلیۃ الجامیہ، 1431ھ، ص 8

(8) مولانا محمد عبدہ فیروزپوری، مفردات القرآن اردو، اسلامی اکادمی، اردو بازار، لاہور، س ن، ص 397

(9) القرآن الکریم، سورۃ الاعلیٰ، آیت نمبر 14

(10) القرآن الکریم، سورۃ الشمس، آیت نمبر 9، 10

(11) القرآن الکریم، سورۃ الجمعہ، آیت نمبر 2

(12) القرآن الکریم، آل عمران، آیت نمبر 164

(13) امام ابن تیمیہ، رسالہ فی الامر والارادہ، مشمول مجموعۃ الرسائل الکبریٰ، قاہرہ، 1323ھ، جلد 1، ص 334، 335

(14) ڈاکٹر فضل الرحمٰن، قرون اولیٰ کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام: اخلاقی اصول، مجلہ فکر و نظر، 1964ء، جلد 1، شمارہ نمبر 10، ص 14، 15

(15) مجیب اللہ ندوی، علوم جدید اور اخلاق و مذہب، مجلہ فکر و نظر، 1965ء، جلد 2، شمارہ نمبر 7، ص 463، 462

(16) ڈاکٹر فضل الرحمٰن، ہماری اخلاقی پستی کے اسباب اور اس کا علاج، مجلہ فکر و نظر، 1965ء، جلد 3، شمارہ نمبر 2، ص 133، 132

(17) ڈاکٹر محمد عبدالحق انصاری، قرآن و سنت میں اخلاق، مجلہ فکر و نظر، 1966ء، جلد 4 شمارہ نمبر 3، ص 141، 149

(18) ڈاکٹر عبدالرحمٰن شاہ ولی، اخلاق اور اسلامی معاشرہ، مجلہ فکر و نظر، 1972ء، جلد 9، شمارہ نمبر 8، ص 579، 594

(19) بشیر احمد صدیقی، نظام اخلاق قرآن کی روشنی میں، مجلہ فکر و نظر، 1977ء، جلد 15، شمارہ نمبر 1، ص 30، 36

(20) پیر محمد کرم شاہ، نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق، مجلہ فکر و نظر، 1980ء، جلد 17، شمارہ نمبر 8، ص 4، 16

(21) محمد عبداللہ سلیم، اسلام کی اخلاقی تعلیمات، مجلہ فکر و نظر، 1982ء، جلد 20، شمارہ نمبر 2، ص 56، 66

(22) ضیاء الحق، نبی اکرم ﷺ کا اخلاق حسنہ، مجلہ فکر و نظر، 1984ء، جلد 21، شمارہ نمبر 7، ص 24، 36

(23) القرآن الکریم، سورہ لقمان، آیت نمبر 18

(24) القرآن الکریم، سورہ حجرات، آیت نمبر 11

(25) میر ولی الدین، تاریخ فلاسفۃ الاسلام، ٹرانسلیشن بیورو، جامعہ عثمانیہ، انڈیا، 1943ء، ص 304